ڈاکٹر قیصر آفتاب احمد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ زبان و ادب، عبادت انٹر نیشنل یونی ورسٹی، اسلام آباد
عنایت الرحمٰن
پی ایچ ڈی اسکالر، الحمد اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد

انتظار حسین کی سفر نامہ نگاری کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Abstracts

A Critical Review of Intizar Hussain's Travelogue

By Qaisar Aftab Ahmed, Assistant Professor, Department of Language & Literature, Ibadat International University, Islamabad.

Inayat-ur-Rahman, PhD Scholar, Department of Urdu, Al-Hamd University, Islamabad

One of the most important features of a travelogue is that it is based on historical facts. The traveler's involvement in the journey takes place at all times and places. When the traveler enjoys the civilizational, cultural, social life, and scenery of a city or country, he describes in detail the different types of experiences and observations that occur during the journey so that the readers can enjoy the journey with him. A study of Intizar Hussain's travelogues shows that the author has successfully tried to see India's ancient civilization, culture, rituals and religious beliefs in the historical and geographical background and has traveled more in the past than in the present. Intizar Hussain's travelogues are not like the travelogues of other writers, in which the traveler feels like a romantic creature who is becoming the center of attention of another person.

Keywords: Intizaar Hussain, Mor ki Talash mein, Zameen aur Falak aur, Nae Shahar Purani Bastiyan, Bandar ki Dum, Travelogue, Historical Facts, Civilizational, Social Life, Observations, Rituals, Geographical background.

غیر افسانوی نثر کی ایک اہم صنف سفر نامہ بھی ہے۔ اردو ادب میں سفر نامے کی ابتدا ''عجائباتِ فرنگ'' سے ہوئی جس میں مسافر ایک مقام سے دوسرے مقام تک رسائی حاصل کرنے میں طرح طرح کی اذیتیں اور زحمتیں اٹھاتا ہے۔ سفر نامہ کسی بھی مسافر کی اچھی یا بری عملی صعوبتوں کی دستاویز ہوتا ہے۔ انتظار حسین کا سفر نامہ ''زمین اور فلک اور'' اور ''نئے شہر پرانی بستیاں'' قابلِ قدر اہمیت کے حامل ہیں۔ ''زمین اور فلک اور'' مصنف کے تین اسفار کا مجموعہ ہے۔ ہندوستان میں کیے جانے والے یہ تینوں اسفار ''مور کی تلاش میں''، ''بندر کی دُم''، ''زمین اور فلک اور'' کے عنوان کے تحت تحریر کیے گئے ہیں۔ مصنف کا دوسرا سفر نامہ ''نئے شہر پرانی بستیاں'' سات ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ کسی خاص ملک کا سفر نامہ نہیں ہے بلکہ اس میں متعدد ممالک ''نیپال، لندن، ایران، ہندوستان'' وغیرہ کے اسفار کی روداد کو مختصر مگر جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ سفر نامے کی ایک نمایاں خوبی و خصوصیت یہ ہے کہ وہ تاریخی و علمی حقائق پر مشتمل ہو۔ سفر نامے میں سفر کرنے والے کا عمل دخل ہر وقت اور ہر جگہ ہوتا ہے۔ سفر نامہ نگار جب کسی شہر یا ملک کی تہذیبی، ثقافتی، سماجی زندگی اور مناظرِ فطرت سے لطف اندوز ہوتا ہے تو سفر کے دوران پیش آنے والے مختلف قسم کے تجربات و مشاہدات کو مفصل بیان کرتا ہے تاکہ پڑھنے والے بھی اس کے ساتھ اس سفر سے لذت حاصل کر سکیں۔

انتظار حسین نے اپنے مختلف اسفار کے احوال الگ الگ مضامین کی صورت میں تحریر کیے، اس طرح سے ان کے یہ مضامین دو مجموعوں کی شکل میں شائع ہوئے۔ ''زمین اور فلک اور'' ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا اور ''نئے شہر پرانی بستیاں'' ۱۹۹۹ء میں کتابی شکل میں منظر عام پر آیا۔ کچھ سفر نامے وہ بھی ہیں جو ان مجموعوں میں شامل نہیں ہو سکے، جن میں بالخصوص کینیڈا کے ایک سفر کا حال ''ٹورنٹو کی گلہری'' کے عنوان سے ہے۔ انتظار حسین کے سفر ناموں کا بغور مطالعہ کرنے سے عیاں ہوتا ہے کہ انھوں نے ہندوستان کی قدیم تہذیب و ثقافت، رسومات اور مذہبی عقائد کو تاریخی و جغرافیائی پس منظر میں ملاحظہ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اور حال کی نسبت ماضی میں زیادہ سفر کیا ہے۔ انتظار حسین کے سفر نامے دیگر سفر نامہ نگاروں کے سفر ناموں سے مختلف ہیں۔ دیگر سفر نامہ نگاروں کے ہاں مسافر ایک رومانوی مخلوق محسوس ہوتا ہے کہ کسی دوشیزہ کی توجہ کا مرکز و محور بنا چلا جا رہا ہے۔ بعض سفر نامہ نگار اپنے سفر ناموں میں اپنے میزبانوں کے قصیدے پڑھتے نظر آتے ہیں اور شکریے کی اچھی خاصی داستان بنا دیتے ہیں۔ انتظار حسین کے سفر ناموں میں یہ کیفیت نظر نہیں آتی۔ بقول آصف فرخی:

> ان کے سفر نامے ان کے افسانوں کی دنیا سے قریب ہیں۔ وہ جہاں بھی جاتے ہیں، روایت اور تمدن کے اپنے تصورات ساتھ لے کر جاتے ہیں، نئے زمانوں میں گزرے ہوئے کل اور آباد بستیوں میں ماضی کے آثار ڈھونڈتے ہیں۔ کٹھمنڈو

میں انھیں نواب حضرت محل کی قبر یاد آتی ہے اور لیک ڈسٹرکٹ میں ورڈز ورتھ کی نظمیں۔(۱)

انتظار حسین اس صنف میں جدت طرازی کی طرف نہیں دوڑتے بلکہ وہ سفر میں وہی دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں جتنا اور جس معیار کا انھیں دیکھنا اور محسوس کرنا چاہیئے۔ وہ اپنے سفر ناموں میں شوخی و ظرافت کا مظاہرہ نہیں کرتے اور نہ اپنی شہرت اور تعریف کے پل باندھتے ہیں۔ وہ جو کچھ دوران سفر دیکھتے ہیں اس میں سے جو حافظے کے نہاں خانے میں رہ گیا اسے لکھ دیتے ہیں۔ انھیں سفر کی لذتیں سب کے ساتھ بانٹنے میں دلچسپی ہے، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں، اور اسے بھی وہ کہیں کہیں سے سناتے ہیں کیونکہ ان کا ہدف واقعات کی بھرمار کرنا نہیں ہے بلکہ وہ یادیں بیان کرنا ان کا مقصد ہے جو انھیں اس سفر سے موصول ہوئیں۔ وہ رنگ جو سفر سے انھوں نے کشید کیے ہیں وہ بیان کرنا ان کا مقصد ہے۔ ان کا اسلوب یگانہ ہے، وہ سفر ناموں میں بھی اپنی وضع کا خیال رکھتے ہیں۔ ان کے سفر ہندوستان ظاہراً تو ادبی تھے اس لیے کہ وہ سیمینار میں شریک ہونے کے لیے وہاں پہنچے تھے۔ لیکن باوجود ان کے ہندوستان کے سفر ان کے لیے جذباتیت سے پُر تھے کیونکہ اس سرزمین میں ان کی جڑیں پیوستہ تھیں۔ اسی لیے ہندوستان کی ہر چیز سے ان کی قرابت سفر نامے میں نظر آتی ہے اور اسی قرابت کی وجہ سے ان کا ذہن دوران سفر باطنی احوال کے مختلف مراحل سے گزرتا رہتا ہے۔

اُن کے سفر ناموں کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ''لکھنؤ، دِلی، بہار اور ان کا وطن ''ڈبائی'' ہمیشہ ان کے لیے کشش کا باعث رہا۔ اس کے علاوہ نظام الدین کی بستی میں سلطان المشائخ، امیر خسرو، حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ، غالب کی قبر، ہمایوں کا مقبرہ، لال قلعہ، پانڈوؤں کا قلعہ، حضرت سلیم چشتی کا مزار، دہلی سے آگرہ کا سفر اور آگرہ سے فتح پور سیکری کا سفر، متھرا، کالکا مندر، برلا مندر، جامعہ ملیہ اسلامیہ کی تقریب میں شرکت، المختصر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہجرت کے بعد ہندوستان کے پہلے سفر میں مصنف بہت سی یادیں اپنے دامن میں سمیٹ کر پاکستان واپس لوٹتے ہیں۔

ایک اچھے سفر نامے میں بیرونی اور اندرونی قدریں اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ انتظار حسین نے ملک کی داخلی قدروں کے ذیل میں ہندوستان اور اس کی تہذیب و ثقافت کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ وہ ہندوستان میں مختلف مذاہب کے افراد کے عقائد کی اخلاقی قدروں کو نمایاں کرتے ہیں۔ وقت کے ساتھ بدلتے ہوئے نظام نے قدیم تہذیب و تمدن کو پس پشت ڈال دیا جس کا انتظار حسین کو بے حد افسوس ہے۔ مسلمانوں کی تہذیب دستر خوان سے بیگانگی اور ہندوؤں کی ''سیتل پائی'' اور ''تھالی کٹوری'' سے بے رخی اور ان کی جگہ انگریزی طرز کے ساز و سامان کا آجانا انھیں اچھا محسوس نہیں ہوتا، اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

جس دوست کے گھر گیا مجھے ڈائننگ ٹیبل پر گوشت کی ڈشیں بھی نظر آئیں اور

> اب مجھ پر کھلا ہے کہ پنڈت جی نے تین دستر خوانوں کا جو synthesis بنایا تھا۔ اس نے ہندوؤں کے بھوجن کے ساتھ کیا کچھ کیا ہے۔ ہمارے یہاں سے جس دن سے وہ دستر خوان لیے گئے ہیں جن پر فارسی اور اردو کے شعر لکھے ہوتے تھے اور جب سے ڈائننگ ٹیبل آئی ہے اس دن سے میرے لیے بریانی اور قورمہ سے آدھا ذائقہ رخصت ہو گیا ہے اور اب میں ہندوستان میں آکر دیکھ رہا ہوں کہ سیتل پائی نہ چٹائی، نہ تھالی نہ کٹوری، ڈائننگ ٹیبل ہے اور چینی کے پلیٹ ہیں اور پوری ترکاری کے ساتھ گوشت کی ڈش ہے۔(۲)

سفر نامہ نگار نے ہندوستان کے اہم شہروں کے احوال تفصیل سے تحریر کیے۔ کٹھمنڈو اور لندن کے بارے میں مفصل مضمون بھی ان کے دوسرے مجموعے "نئے شہر پرانی بستیاں" میں شامل ہے۔ "اوسلو، برلن اور ٹورنٹو" وغیرہ کو انھوں نے مختصر بیان کیا ہے۔ ان کا دل لگتا ہے تو اپنے تاریخی شہروں میں، مغرب کے شہر ان کے تجسّس کو تو بیدار کرتے ہیں مگر اپنی طرف زیادہ دیر ان کی توجہ مبذول نہیں رکھ پاتے۔ شہر کوئی بھی ہو مگر انتظار حسین اپنی مخصوص وضع کے مسافر ہیں۔ اسی لیے جب وہ سفر نامے لکھتے ہیں تو اپنے مخصوص انداز میں، حالانکہ وہ سفر ناموں کے بارے میں کوئی اچھا نظریہ نہیں رکھتے جس کا اظہار انھوں نے "زمین اور فلک اور" میں کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

> سر توڑ کوشش کی ہے کہ سفر نامے کو بھی افسانہ اور ناول کی طرح ایک معتبر صنف ثابت کر دکھایا جائے۔ اس کوشش میں بھی کیا مضائقہ ہے۔ آخر اس زمانے میں سب ہی پسماندہ گروہ حقوق کے لیے لڑ رہے ہیں اور سماج میں دوسروں کے برابر کا درجہ چاہتے ہیں۔ جو محنت کر کے کمائے گا وہ سماج میں مقام بھی مانگے گا اور سفر نامہ میں اس وقت کمائی بہت ہے۔ سفر نامے اردو میں بے شک پہلے بھی لکھے گئے ہوں گے مگر اس زمین میں ابھی زیادہ ہل نہیں چلا ہے۔ بونے اور کاٹنے کی گنجائش بہت ہے مگر ایک مرتبہ پھر میں یاروں کو اطمینان دلا دوں کہ اس میدان میں میرے کوئی عزائم نہیں ہیں۔(۳)

درج بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ مصنف نے اس میدان میں نبرد آزمائی کا کوئی عزم نہیں ہے، وہ اپنے آپ کو الف لیلہ کا وہ مسافر قرار دیتے ہیں کہ جس کے اترنے پر ہی رکا ہوا جہاز چلا تھا:

> میں الف لیلہ کا وہ مسافر ہوں کہ جب وہ جہاز میں سوار ہوا تو جہاز کہ چلنے پہ تیار تھا رک کر کھڑا ہو گیا۔ کپتان نے کل پرزوں کو بہت دیکھا بھالا۔ حیران کہ جب کل

پرزے درست ہیں تو چلتا کیوں نہیں۔ مسافر الگ پریشان کہ یہ کیا بدشگونی ہے کہ بادبان کھل گئے تھے، جہاز چلنے لگا تھا کہ رک گیا۔ جہاز میں کوئی پہنچے ہوئے بزرگ بھی سوار تھے۔ انھوں نے اپنے علم سے جانا اور بتایا کہ فلاں مسافر کی نحوست سے جہاز چلنے سے رکا ہے۔ کپتان نے اس سبز قدم مسافر کو جھٹ پٹ جہاز سے اتارا۔ اس کے اترتے ہی جہاز چل پڑا... اسی سے اندازہ لگا لیجیے کہ میرے یہاں شوق سفر کتنا محدود ہے۔ ان حالات میں سفر نامہ کے میدان میں کوئی معرکہ مارنے کا خیال دل میں کیسے لا سکتا ہوں۔ سو اس میدان کے طالع کو آزماؤں کہ میری طرف سے کوئی اندیشہ دل میں نہیں لانا چاہیے۔(۴)

انتظار حسین کا پہلا سفر نامہ ''مور کی تلاش میں'' دہلی کے سفر کے احوال پر مشتمل ہے۔ یہ سفر حضرت نظام الدین اولیا کے عرس کی تقریبات میں شریک ہونے کے لیے مارچ ۱۹۷۸ء میں کیا گیا۔ اس سفر میں انتظار حسین کی ملاقات گوپی چند نارنگ، شمیم حنفی، ریوتی سرن شرما، وشنو پربھاکر، زبیر رضوی، عظیم الشان صدیقی، بلراج مین را، محمود ہاشمی، بلراج کومل وغیرہ سے ہوئی۔

دوسرا سفر نامہ ''بندر کی دُم'' کے عنوان سے ہے۔ یہ اُس سفر کی روداد ہے جس میں جامعہ ملیہ اسلامیہ نے ۱۹۸۰ء میں آپ کو ایک مختصر افسانہ سیمینار میں مدعو کیا۔ آپ اس میں خوشی خوشی شریک ہوئے اور بیشتر وقت سیمینار میں ہی گزارا۔ ان کے ہمراہ وزیر آغا اور احمد ہمیش بھی تھے۔ اس سفر میں انتظار حسین نے شمیم حنفی کے ساتھ سیر کرتے ہوئے خواجہ غلام السیدین، صالحہ عابد حسین کے مکان کا بھی دیدار کیا۔ ان کے میزبان جامعہ میں شمیم حنفی تھے۔ انتظار حسین کوئل کی میٹھی آوازوں سے اور مناظر قدرت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے، ڈاکٹر انصاری، خواجہ غلام السیدین، سجاد ظہیر، ڈاکٹر ذاکر حسین کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے کے بعد ہندوستان کی مٹی کی خوشبو کو روح میں بسا کر پاکستان واپس آتے ہیں۔ اس طرح اُن کے دوسرے سفر نامے ''بندر کی دُم'' کا اختتام ہوتا ہے۔ انھوں نے تیسرا سفر نامہ ''زمین اور فلک اور'' کے نام سے تحریر کیا ہے۔ یہ سفر مصنف نے ۱۹۸۳ء میں کیا۔ یہ سفر ''ساہتیہ اکادمی'' کے زیرِ انتظام سیمینار میں شرکت کی غرض سے کیا گیا۔ اس سفر میں بھی آپ کے میزبان شمیم حنفی رہے۔ شمیم حنفی اور ریوتی سرن شرما نے آپ کو ہوائی اڈے پر خوش آمدید کہا۔ اس سیمینار میں افتخار عارف اور ڈاکٹر جمیل جالبی بھی شریک تھے۔ سیمینار کی اس تقریب میں انتظار حسین نے اپنا معروف افسانہ ''کشتی'' سنایا۔ اس پر ایک پنجابی لکھاری نے اساطیر اور دیومالائی دنیا پر طنز کرتے ہوئے حال پر زور دینے کا مشورہ دیا جبکہ ایک ہندی ادیبہ نے اس افسانے پر مصنف کو خوب سراہا۔ اس سفر میں بھی سیر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ وہ شمس الرحمٰن فاروقی کے ساتھ کالی

مسجد دیکھنے جاتے ہیں۔ شمس الرحمٰن فاروقی اور ان کی بیوی، قمر احسن، انتظار حسین اور ان کی بیوی عالیہ زیارت کو نکلے، قطب مینار مسجد قوۃ الاسلام، بختیار کاکی کے مزار کی زیارت کا شرف حاصل کیا، چراغ دہلی اور ہمایوں کے کتب خانے کو بھی دیکھا، تاریخی عمارتوں کا احاطہ کرتے ہوئے حیدر آباد میں کوہ مولا علی، گولکنڈہ کی سیر کی، مقبروں کی زیارت کی، آثار قدیمہ کے نظارے کیے حیدرآباد میں حمایت اللہ صاحب آپ کے میزبان رہے، حیدر آباد سے دلی اور دلی سے جے پور کے نظاروں کی خوب صورت اور دل کش انداز میں مصوری کی۔ بقول صابر محسن:

> انتظار حسین کے سفر نامے اسلوب کے اعتبار سے بہت بڑی تبدیلی تو اردو سفر ناموں میں نہیں لا سکے۔ اس کی وجہ ان کا اسلوب، ان کی خواہشات اور مزاج کے تابع ہے۔ لہٰذا بعض جگہوں پر سفر نامہ ان کی شخصیت کی آئینہ داری بھی کرتا ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ تخلیقی رویہ حاوی ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن انتظار حسین ایک کامیاب صحافی اور کالم نگار بھی تو تھے۔ شاید اسی لیے تکلفات اور رنگین بیانی کے پردے میں حقیقت کو چھپانے کے بجائے سفر کی سچائی، جذبات و تاثرات کا بیان سیدھے سادے انداز میں کیا ہے۔ انتظار حسین کا ہر لفظ ان کی مخصوص شخصیت کا اشاریہ ہے اور اسلوب بیان اظہار شخصیت کی ایک علامت ہے۔(۵)

انتظار حسین کے دوسرے سفر نامے "نئے شہر پرانی بستیاں" میں کل سات مضامین ہیں۔ "نئے شہر میں پرانا آدمی" اردو مرکز لندن کے ایک جلسے میں پڑھا گیا۔ اس مضمون میں لندن پہنچنے کی تاویل بیان کی گئی ہے۔ "نیا تیرتھ" میں لندن کے سفر کے احوال بیان کیے گئے ہیں، یہ سفر لندن سے اوسلو تک کا ہے۔ اوسلو کے حال اور احوال کتاب کے آخری مضمون میں سمیٹے گئے ہیں۔ درمیان میں دوسرے ممالک کے سفر آ جاتے ہیں۔ "جمنا سے کاویری تک" میں مصنف جانی پہچانی جگہ پر ہیں مگر دلی سے آگے بنگلور اور حیدر آباد تک جا پہنچتے ہیں۔ "ایک پھیرا ایران کا" ۱۹۹۰ء میں کیے گئے ایران کے ایک سفر کی مختصر روداد ہے۔ "مندروں کے نگر میں" کٹھمنڈو میں ہونے والی ایک کانفرنس کے احوال پر مشتمل مضمون ہے۔ "اردو دیار ہند میں" دلی کے سفر کے حوالے سے لکھا گیا مضمون ہے۔ "پورب گئے پچھم گئے" میں لندن کے بعد اوسلو اور پھر برلن کے اسفار کا احوال بیان کیا گیا ہے۔ مغرب کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

> کوئی بستی کوئی شہر وہاں شتر بے مہار نہیں ہے۔ ہر کام نظم و ضبط کے ساتھ کیا ہے۔ اوسلو والوں نے طے کیا کہ ایسا شہر بساؤ کہ بستی اور جنگل کا آمیزہ ہو۔ تو خوب

آمیزہ تیار کیا، ہر پہاڑی، فلیٹوں اور گھنے درختوں کا ملا جلا گلدستہ ہے۔ نیچے سڑکیں بچھی ہوئی ہیں، جن پر موٹریں دوڑتی ہیں اور ریل کی پٹڑی جس پر ٹرام کی قسم کی ریل گاڑی فراٹے سے چلتی ہے۔ اس میں بیٹھ کر لگتا ہے کہ ہم کسی لمبی کھائی میں سفر کر رہے ہیں۔[۶]

انتظار حسین کو شہروں کی یہ چمک دمک اچھی تو لگتی ہے مگر ان کے اندر اطمینان قلب کی لہریں نہیں دوڑا پاتی:

نئے زمانے کے جگ مگ شہر بے شک وہ آج کے اصفہان نصف جہان ہوں مجھے اپنی طرف کھینچتے ہی نہیں۔ مجھے تو چھوٹے مقبروں، ٹوٹی حویلیوں والی پرانی بستیاں پکارتی رہتی ہیں۔ شوق سفر اپنے یہاں جتنا بھی ہے اس پکار کی حد تک ہے۔[۷]

درج بالا اقتباس اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کے سفر نامے بھی ان کے ناولوں کی طرح پرانی اور تاریخی بستیوں کی حد تک ہیں وہ اس کے باہر نہیں جاتے۔ انتظار حسین کے سفر ناموں میں ماضی کی یاد پوشیدہ ہے۔ ان کے سفر ناموں کی اہمیت یہ ہے کہ اس سے ان کے عہد کے حالات پر واضح روشنی پڑتی ہے۔ مختلف ممالک اور شہروں کے حوالے سے مفید معلومات قاری کو میسر آتی ہیں۔ ان سفر ناموں سے قاری کو انتظار حسین کی افسانوی نثر کی طرح غیر افسانوی نثر سے بھی لطف اندوز ہونے کا موقع ملتا ہے۔

حواشی

۱۔ آصف فرخی، چراغ شب افسانہ، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء)، ص ۴۰۵
۲۔ انتظار حسین، زمین اور فلک اور، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۲ء)، ص ۱۹
۳۔ ایضاً، ص ۱۷۱
۴۔ ایضاً، ص ۱۷۲
۵۔ صابر محسن، عالمی اردو ادب، دہلی، دسمبر ۲۰۱۶ء، ص ۳۸۳
۶۔ انتظار حسین، نئے شہر پرانی بستیاں، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء) ص ۱۴
۷۔ ایضاً، زمین اور فلک اور، محولہ بالا، ص ۱۷۲

ماخذ

۱۔ حسین، انتظار، زمین اور فلک اور، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۲ء
۲۔ ـــــــ، نئے شہر پرانی بستیاں، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء
۴۔ فرخی، آصف، چراغ شب افسانہ، ـــــــ، ۲۰۱۶ء

رسالہ

۱۔ عالمی اردو ادب، دہلی: دسمبر ۲۰۱۶ء

Refrences:

1. Asif Farrukhi, *Chirag-e-Shab-e-Afsana*, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2016), p. 405
2. Intizaar Hussain, *Zameen aur Falak aur*, (Delhi: Educational Publishing House, 2012,) p. 19
3. Ibid, p. 173
4. Ibid, p. 172
5. Sabir Mohsin, *Almi Urdu Adab*, Delhi, Dec 2016, p. 383
6. Intizaar Hussain, *Naye Shehr Purani Bastian*, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1999), p. 14
7. Ibid, *Zameen Aur Falak Aur*, p. 172

Bibliography:

1. Farrukhi, Asif, *Chirag Shab Afsana*, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2016
2. Hussain, Intizaar, *Zameen aur Falak aur*, Delhi: Educational Publishing House, 2012
3. ____, *Naye Shehr Purani Bastian*, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1999

Magazine

1. *Alami Urdu Adab*, Delhi, Dec, 2016

۞۞